www.novelsclubb.com
سیاہ
سفید
از قلم تحریم صدیقی
:novelsclubb
03257121842
read with laiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

سیاہ سفید

از قلم

تحریم صدیقی

www.novelsclubb.com

سیاہ سفید

از قلم تحریم صدیقی

''نتاشہ۔'' وہ پکارا۔ مگر شاید وہ سُن نہیں رہی تھی۔ بھاگتے قدم مزید تیز ہو گئے تھے۔ اپنے شب خوابی کے حلیے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ تیزی سے اُس کے پیچھے بھاگا۔

وہ کانپتے ہاتھوں سے اپنی گاڑی کا لاک کھول رہی تھی۔ چند قدم بڑھاتے ہوئے وہ عین اُس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ نرمی سے اُس کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی پکڑی اور لاک کھول کر اُسے فرنٹ سیٹ پر بٹھا دیا۔ جبکہ خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

''میں آپ کو ایسے ڈرائیو نہیں کرنے دے سکتا۔ جہاں جانا ہے میں لے چلتا ہوں۔'' مضبوطی سے سٹیئرنگ پر ہاتھ جمائے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھی نتاشہ کو دیکھا۔ اُس کی پلکوں کی باڑ پر آنسو جگمگا رہے تھے۔

"بابا۔۔"آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹکنے لگا۔

"بابا ہاسپٹل میں ہیں۔" وہ بڑی مہارت سے آنسوؤں کو آنکھوں کی حدود تک روک گئی۔ گاڑی سٹارٹ ہو چکی تھی۔ اُس نے رُخ موڑ کر کھڑکی کی جانب کر لیا۔ وہ اِس کے سامنے کمزور نہیں ہونا چاہتی تھی۔

--------★--------

"سرجری جاری ہے۔ آپ دعا کریں۔" چند لمحے پہلے کہے گئے ڈاکٹر کے جملے مسلسل اُس کے دماغ میں چل رہے تھے۔ بابا۔ سرجری۔ دعا۔ اُس کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔

www.novelsclubb.com

مرتاض کال پر دادی کو انفارم کرنے کے فوراً بعد اُس کے پاس واپس آ گیا تھا۔ اُس کے برابر والی کرُسی پر بیٹھتے ہوئے وہ دلاسہ دینے کے لیے الفاظ جوڑنے لگا۔ مگر وہ ایک بیٹی کو کیا دلاسہ دیتا جس کا باپ اِس وقت آپریشن تھیڑ میں زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔

"آپ اپنے کسی رشتے دار کو انفارم کرنا چاہتی ہیں؟" وہ نرمی سے بولا۔

"بابا اور میرا ایک دوسرے کے علاوہ کوئی اور سہارا نہیں ہے۔" انداز میکانکی تھا۔

وہ اُٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو ہاتھ میں کافی کا ڈسپوزیبل کپ اور پیکڈ سینڈوچ تھا۔

"کچھ کھالیں۔ ہو سکتا ہے ہاسپٹل میں کافی ٹائم لگ جائے۔" دونوں چیزیں اُس کی جانب بڑھائیں۔

"میرا باپ یہاں زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے اور آپ مجھے کچھ کھانے کا کہہ رہے ہیں۔" وہ اُس کی طرف چہرہ کر کے اونچی آواز میں بولی تھی۔

"جب سر کو سرجری کے بعد ہوش آئے گا تو سب سے پہلے آپ سے ملنا چاہیں گے۔ اگر اس وقت آپ کچھ نہیں کھائیں گی تو خود کو تھکا لیں گی۔ پھر آپ کے بابا کا خیال کون رکھے گا؟ کوئی بھی نرس یا کیئر ٹیکر آپ کی طرح محبت سے اُن کا خیال نہیں رکھ سکے گی۔" وہ تحمل سے بولا تھا۔ نتاشہ کے تاثرات ذرا نرم ہوئے۔ اُس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے مرتاض کے ہاتھ سے کپ پکڑ لیا۔ کافی وقت اِسی طرح خاموشی میں کٹ گیا۔ اس خاموشی کو کاریڈور سے گزرتی ایک خاتون نے توڑا۔

"تم اتنی اُداس کیوں ہو؟" وہ نتاشہ کے سامنے کھڑی کہہ رہی تھیں۔ ہلکا بھورا ڈوپٹہ حجاب کی صورت میں اُن کے چہرے کے گرد لپٹا تھا۔ وہ چند لمحے اُن کا چہرہ دیکھتی رہی۔ اُن کے چہرے پر ایک عجیب سا نور تھا۔ مرتاض خاموشی سے اُن دونوں کو دیکھتا رہا۔

"میرے بابا کی سرجری ہو رہی ہے۔" حلق سے بامشکل آواز نکلی۔ آنسو آنکھوں سے نکلنے کو تیار تھے۔

"بیٹا! دعا کرو۔" وہ ہلکا سا مسکرائیں۔ "دعا میں طاقت ہے سارے مسئلے حل کروانے کی۔ دعا مانگو۔ زندگی کی۔ آسانی کی۔ محبت کی۔"

وہ نرمی سے کہتے ہوئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیر کر آگے بڑھ گئیں۔ لیکن نتاشہ اپنی جگہ پر شل ہو گئی۔

"دعا!" وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔ آج اُسے دوسری بار کسی نے دعا مانگنے کا کہا تھا۔ لیکن دعا ہوتی کیا ہے؟ وہ سوچنے لگی۔

"دعا کیا ہے؟" انداز میں بے بسی تھی۔ مرتاض نے اُس کی جانب دیکھا۔ وہ اُس سے ہی مخاطب تھی۔

"تمہیں پتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟" سوال دوبارہ دُہرایا گیا۔

"دادی کہتی ہیں دعا امید ہوتی ہے۔"

"تمہارے لیے دعا کیا ہے؟" ہر لفظ پر زور دیا۔

"میں دعا نہیں مانگتا۔ اس لیے مجھے نہیں پتا۔" نرمی سے کہہ کر سر جھکا لیا۔ نتاشہ کتنی ہی دیر اُسکا چہرہ دیکھتی رہی۔

"مجھے بچپن میں دعائیں مانگنے کا بہت شوق تھا۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے دعا کرتی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ میری دعائیں رد ہونے لگیں۔ جو مانگتی تھی وہ نہیں ملتا

تھا۔رونے گڑگڑانے کے باوجود کچھ ہاتھ نہیں آیا تو میں نے دعا مانگنا ہی چھوڑ دیا۔"

وہ بے دردی سے اپنے ہاتھ مسل رہی تھی۔مرتاض کو اِس لمحے اس لڑکی پر شدید ترس آیا۔

"میرے ہاتھ اب اُٹھنا ہی بھول گئے ہیں۔لیکن اب میں کیا کروں؟" آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔

"ایک دفعہ مکمل یقین کے ساتھ دعا مانگ کر دیکھیں۔ہو سکتا ہے سب ٹھیک ہو جائے۔" اس قدر آہستگی سے کہا جیسے اُسے خود بھی اپنی کہی بات پر یقین نہ ہو۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔لیکن میری دعاؤں سے نہیں۔میری دعاؤں میں اتنی طاقت نہیں ہیں کہ وہ قبول ہو جائیں۔" وہ مایوسی کی بلند ترین سیڑھی پر کھڑی تھی۔امید کے روشن میدان میں اُترنے کے لیے اُسے ساری سیڑھیاں نیچے اُترنی تھیں۔یہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔

”آپ میرے بابا کے لیے دعا کر سکتے ہیں!“ اُس نے ایک جھٹکے سے سر مرتاض کی جانب کیا۔ ”میں اگر دعا نہیں مانگ سکتی تو میری جگہ کوئی اور مانگ سکتا ہے۔“

اُس کی باتوں پر وہ تلخی سے مسکرایا۔

”مجھ سے زیادہ بد بخت شخص شاید ہی کوئی اور ہو۔ میری مانگی دعائیں صرف اور صرف بد دعائیں بن کر قبول ہوتی ہیں۔ میں زندگی کی دعا مانگو تو وہ موت بن جاتی ہے۔ آسانی کی دعا مانگوں تو مشکلیں بڑھ جاتی ہیں محبت کی دعا مانگو تو نفرت مل جاتی ہے۔ میں کسی کے لیے دعا نہیں کر سکتا۔“ اُس کی آواز میں کرب تھا۔ آنکھیں سرخ پڑنے لگیں۔ شاید وہ آنسو ضبط کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

”میں دعا نہیں مانگوں گی۔ لیکن مجھے میرے بابا کی زندگی چاہیئے۔“ لہجہ اٹل تھا۔ ”اگر اللہ واقعی شہہ رگ سے قریب ہے۔ اگر وہ دلوں کے حال جانتا ہے تو اُسے میرے بابا کی زندگی بخشنی ہو گی۔“ مرتاض نے بے بسی سے اُسے دیکھا۔ وہ اِس لڑکی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ دُعا۔ نہ دوا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جانے کتنی ہی دیر ایسے خاموشی سے سر جھکائے گزر گئی۔ ہر گزرتا لمحہ نتاشہ کو کسی بھاری بھر کم وزن کے نیچے دھکیل رہا تھا۔

''سرجری کامیاب رہی۔'' آپریشن تھیٹر سے باہر نکلتے ڈاکٹر کی آواز پر اُن دونوں نے سر اُٹھایا۔ نتاشہ کو اپنی سماعت پر شک ہونے لگا۔

ڈاکٹر مزید کیا کہہ رہا تھا۔ مرتاض کیا بات کر رہا تھا۔ اُسے کوئی ہوش نہیں تھی۔ اُس کا دماغ تو صرف پہلے جملے پر ہی اٹکا رہ گیا تھا۔ اُس کے بابا کی زندگی بخش دی گئی تھی۔ سرجری کامیاب ہو گئی تھی۔ اُس نے دھیرے سے اپنا دایاں ہاتھ دل پر رکھا۔ دھڑکن محسوس ہونے لگی۔ وہ جو شہ رگ سے زیادہ قریب تھا اُس نے نتاشہ کے ہاتھ اُٹھے بغیر ہی اُس کے دل کی آس قبول کر لی تھی۔ پہلی بار نتاشہ یوسف کی زندگی میں کوئی معجزہ ہوا تھا اور وہ گنگ رہ گئی تھی۔ کیا وہ رب واقعی دلوں کے حال جانتا ہے؟ وہ سوچتی رہ گئی۔

----------★-----------

گرم کافی کو گھونٹ گھونٹ حلق میں اُتارتے ہوئے وہ کیفے کی گلاس وال سے باہر دیکھ رہا تھا۔ سکول کا یونیفارم پہنے بچے فٹ پاتھ پر بھاگتے جا رہے تھے۔ کھلکھلا کر ہنستی لڑکیاں اپنی دوستوں اور بہنوں کے ہمراہ شاپنگ بیگز تھامے گھوم رہی تھیں۔ بالکل سامنے ایک کپل بینچ پر بیٹھا جانے کون سی باتیں کر رہا تھا۔ کبھی لڑکی ہنس کر کچھ کہتی تو لڑکا بہت غور سے اُسے دیکھتا۔ جب لڑکا کچھ بولتا تو لڑکی دل کھول کر ہنس دیتی۔

اُس نے نظریں پھیر لیں۔ اب وہ کافی کا مگ ٹیبل کے کونے پر رکھ کر ساتھ رکھا کینوس اُٹھا رہا تھا۔ کینوس خالی تھا۔ بالکل خالی۔ وہ آہستگی سے انگلیوں میں برش تھام کر پینٹ کرنے لگا۔ بے رنگ کینوس کا دل رنگین ہو رہا تھا۔ ہر سٹروک کے ساتھ کسی کی محبت کی داستان ایک تصویر کی صورت اُس پر رقم ہو رہی تھی۔ ایک جادو سا اُس پر طاری ہونے لگا تھا۔ وہ ارد گرد سے مکمل بے نیاز ہو کر پینٹ کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟" نسوانی آواز نے فسوں توڑا۔ اُس نے نہ چاہتے ہوئے بھی سر اٹھا کر ایک نظر اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا پھر ارد گرد میزوں پر نظر دوڑائی۔ کیفے فُل تھا۔ واحد خالی کرسی اُس کی میز کے سامنے تھی۔

"اور کوئی آپشن ہے؟" وہ واپس اپنی پینٹنگ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ لڑکی کندھے اُچکا کر اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"کیا آپ خاموشی سے جوس پی سکتی ہیں؟" چند لمحے گزرے تھے کہ اُس نے سٹرا کے گڑ گڑانے کی آواز سے پریشان ہو کر کہا۔ لیکن سامنے والی تو آرام سے کانوں میں ائیر پوڈز لگائے اپنی دنیا میں گم تھی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر لڑکی کے سامنے میز پر تین دفعہ ناک کیا(دستک دی)۔

"اینی پرابلم؟" ائیر پوڈز کانوں سے نکال لیے۔ (جی! آپ ہیں پرابلم۔) وہ اُسے دیکھے گیا۔

"مجھے خاموشی چاہیئے۔" انگلی سے اپنے کینوس کی طرف اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

”خاموشی چاہیئے تھی تو گھر پر رہنا تھا۔ پبلک پلیس پر شور تو ہوتا ہی ہے۔“ آرام سے کہی گئی بات اُس کو شدید ناگوار گزری۔

”آپ کے آنے سے پہلے کیفے میں بھی خاموشی ہی تھی۔“ اُس نے دانت پیسے اور وہ بے اختیار ہنس دی۔

”ویسے ایک بات پوچھوں؟“ وہ دونوں کہنیاں میز پر جمائے ذرا آگے کو جُھکی۔

”میں سچ میں ناگوار لگ رہی ہوں یا آپ کا موڈ آف ہے۔“

”کیا مطلب اس بات کا؟“ ہاتھ میں پکڑا پینٹ برش پیلٹ پر رکھ دیا۔

”میں سچ میں اتنی بری ہو جو میرا یہاں بیٹھنا آپ کو ناگوار گزر رہا ہے۔ یا کسی اور وجہ سے آپ کا موڈ خراب ہے اور آپ مجھ پر غصہ نکال رہے ہیں۔“

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”میرا موڈ خراب ہے۔“ نا چاہتے ہوئے بھی مروت کے دائرے میں رہ کر جواب دیا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کہ صاف منہ پر کہہ دے کہ ہاں تم اِس وقت بہت ناگوار لگ رہی ہو۔

”کسی لڑکی کا چکر ہے؟“ وہ جس قدر جوش سے بولی تھی، سامنے والے کے خونخوار تاثرات دیکھ کر فوراً ڈھیلی پڑ گئی۔

”سوری۔ تھوڑا پرسنل سوال ہو گیا۔“ اُس نے شرمندگی سے تھوڑی کھجائی۔

(تھوڑا پرسنل؟) وہ سوچ کر رہ گیا۔

”اب آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی پینٹنگ مکمل کر لوں؟“ انداز ایسا تھا جیسے کہنا چاہ رہا ہو محترمہ مہربانی فرما کر میری جان چھوڑ دیں۔

”جی ضرور۔ میں نے آپ کے ہاتھ تھوڑی پکڑے ہیں۔“ ایک بار پھر ائیر پوڈز کانوں میں لگا کر وہ اپنے جوس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

جانے کتنی ساعتیں ایسے ہی گزر گئیں۔اُسے وقت کا کوئی ہوش نہ رہا۔پینٹنگ مکمل ہوئی تو نظر اٹھائی۔وہ جا چکی تھی۔ویٹر کو بل کا کہہ کر وہ سامان سمیٹنے لگا۔ سامان سمیٹ کر فارغ ہوا تو ویٹر بل لے آیا۔

'ڈسٹرب کرنے کے لیے سوری اینگری برڈ!'رسید پر بال پوائنٹ سے لکھا ہوا تھا۔

"سر آپ کا بل پے ہو چکا ہے۔وہ تو میڈم نے مجھے کہا تھا کہ آپ کو رسید دے دوں۔اس لیے بل لے آیا۔"ویٹر جا چکا تھا۔رسید کو جیب میں ڈال کر وہ سر جھٹک کے آگے چل دیا۔

---------★---------

"تم سارا لحاظ بھول گئی ہو کیا؟"

"یہ لحاظ مجھے بہت پہلے ہی بھول جانا چاہیئے تھا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چیخ و پکار کی اِن آوازوں سے شدید بیزار ہوتا وہ اپنا کام چھوڑ کر لاؤنج میں آیا۔اسرار اور صباحت بہت بُری طرح بحث کر رہے تھے۔شہریار کو اِن دونوں کی زندگی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا لیکن گھر کے ملازموں کا دلچسپی سے یہ لڑائی دیکھنا اُسے گوارا نہ تھا۔ایک سخت نظر اور سارے ملازم جلدی سے اپنے کاموں کی طرف بڑھ گئے۔ویسے بھی اُن میں سے کوئی بھی شہریار آفندی کے عتاب کا شکار نہیں بننا چاہتا تھا۔

”بیوی کو دھوکا آپ نے دیا۔لیکن دوسری عورت اور گھر توڑنے والی عورت کے القابات میں سُن رہی ہوں۔ساری دنیا صرف دوسری عورت کو کوستی ہے۔لیکن اُس مرد کو نہیں جو اپنی مرضی سے دوسری عورت بیاہ کر لاتا ہے۔“آواز غصے کے باعث مزید اونچی ہوئی۔شہریار کے چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے۔

”تم تو ایسے معصوم بن رہی ہو جیسے صرف میں تم سے محبت کرتا تھا۔اپنی دوست سے ملنے کے بہانے تم میرے ساتھ وقت گزارنے آتی تھیں صباحت صاحبہ۔شکر

کر و میں نے تم سے شادی کرلی۔ کسی دھوکے باز مرد کی طرح چھوڑ نہیں دیا۔" وہ دونوں ابھی تک شہر یار کی موجودگی سے نہ آشنا تھے۔

"میں تو اکیلی عورت تھی۔ اگر میں تمہیں پسند کرتی تھی تو تم ہی اپنے شادی شدہ ہونے کا لحاظ کر لیتے۔ اپنی بیوی اور بیٹے کے ہونے کے باوجود تم میری طرف آتے تھے۔ اگر تم نے مجھ سے شادی کرلی تو اِس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کو تم بہت وفادار ہو۔ بیوی کو دھوکا دینے والا مرد وفادار کیسے ہو سکتا ہے!" اسرار ضبط کی انتہا پر تھے۔ وہ غصے کے صباحت کی جانب بڑھے اور انہیں کندھے سے پکڑ کر بری طرح جھنجھوڑا۔

www.novelsclubb.com

"اپنی زبان کو لگام دو۔" وہ غرائے تھے۔ شہر یار نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اپنے باپ کی جانب دیکھا۔ کس قدر مہارت سے انہوں نے اِس کی ماں کو دھوکا دیا تھا۔

"مرد اپنی حرکتوں کو لگام نہ دے۔ صرف عورت اپنی زبان کو لگام دے کر رکھے۔ تم مردوں کی عزت اتنی نازک ہوتی ہے کہ عورت کے کہے گئے چند لفظ تمہیں

عزت کی کرسی سے اٹھا کر ذلت کی کیچڑ میں پھینک سکتے ہیں۔" وہ کسی طرح کا لحاظ کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ اسرار نے ایک جھٹکے سے انہیں چھوڑا اور تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا۔ لیکن وہ ہاتھ فضا میں ہی رہ گیا۔ کیونکہ شہریار بہت سختی سے اُن کا ہاتھ جکڑ چکا تھا۔ اب وہ اسرار اور صباحت کے درمیان کھڑا تھا۔

"پاگل ہو گئے ہیں۔ ایک عورت پر ہاتھ اُٹھائیں گے؟" وہ چیخا تھا۔

"مجھے شرم آتی ہے آپ کو اپنا باپ کہتے ہوئے۔" ایک جھٹکے سے اُن کا ہاتھ چھوڑا۔

"یہ سب تم مجھے کہہ رہے ہو؟ نتاشہ کو تھپڑ مارنے سے پہلے بھول گئے تھے کہ وہ بھی ایک عورت ہے؟" ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔ گویا وہ صباحت کا غصہ اپنے بیٹے پر اُتار دیں گے۔

"وہ میرا اور نتاشہ کا معاملہ ہے!" وہ جس قدر اونچا چیخ سکتا تھا۔ چیخا تھا۔ صباحت ڈر کر چند قدم پیچھے ہٹیں۔

www.novelsclubb.com

''پوری دنیا جانتی ہے کہ کہ تمہاری اور نتاشہ کی منگنی اُس ایک تھپڑ کی وجہ سے ٹوٹی ہے۔''اُن کی آواز بھی اونچی ہو گئی۔

''اسرار صاحب! مجھے آئینہ دکھانے سے پہلے یہ یاد رکھیں کہ کم از کم میں آپ کی طرح ایک دھوکے باز مرد نہیں ہوں۔آپ ایک بے وفا اور دھوکے باز مرد ہیں۔ جس نے اپنی بیوی کو دھوکا دیا۔آپ جیسے مرد سے مجھے صرف اور صرف گھِن آتی ہے۔'' یہ سب کہنے کے بعد وہ رکا نہیں۔بلکہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔اسرار اُس کی پشت کو تکتے رہے۔یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل گیا۔مگر اُن کی نظریں ابھی تک وہیں مرکوز تھیں۔

www.novelsclubb.com

-------------★-------------

''میں دو ہفتوں سے اُس سے نہیں ملی۔'' نظریں جھکائے وہ اپنے ہاتھوں میں مار بل بال گھُما رہی تھی۔

''ملے بغیر کیسا محسوس ہو رہا ہے؟''نور العین نے جانچتی نظروں سے اُسے دیکھا۔

”جیسے کسی نے مجھ سے سانس لینے کا اختیار چھین لیا ہو۔“آواز دھیمی تھی۔

”اِس دوران آپ نے کوئی تبدیلی محسوس کی؟“

”میں نے بہت کم غصہ کیا۔“ نظریں اب سامنے بیٹھی نور العین پر مرکوز تھیں۔

”ویری گُڈ!“ وہ نرمی سے مسکرائی۔”اور ایسا کس وجہ سے ہوا؟“

”میں اُس سے ملنے نہیں گئی۔اِس لیے میں نے اُس کی آنکھوں میں خود کے لیے بیزاری نہیں دیکھی۔ورنہ اُس کا مجھ سے بیزار ہونا مجھے پاگل کر دیتا تھا۔اِس لیے میں ہر شخص پر غصہ کرتی تھی۔“

www.novelsclubb.com

”جب کسی سے نہ ملنے کے باعث آپ کی ذات کے مثبت پہلو کُھلیں۔ تو اِس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ وہ شخص آپ کے لیے ٹھیک نہیں۔“رباب نے بے یقینی سے اُسے دیکھا۔

”وہ مجھ سے بیزار ہوتا ہے۔لیکن وہ برا نہیں ہے۔“ نظریں پھر سے جھکا لیں۔

"میں جانتی ہوں وہ بُرا نہیں ہو گا۔ لیکن ہر اچھا انسان ہر انسان کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔" انداز ہمیشہ کی طرح دوستانہ تھا۔

"دل ایسی دلیلیں نہیں مانتا۔" رباب تلخی سے ہنس دی۔

"آپ مزید ایک ہفتہ مرتاض کے پاس نہیں جائیں گے۔ اگر وہ آپ کے وجود کو اہمیت دیتا ہو گا تو کال کر کے ضرور پوچھے گا۔"

"اگر اُس نے کال نہ کی تو؟" وہ جانتی تھی کہ مرتاض مشکل سے مشکل وقت میں بھی رباب کو کبھی کال نہیں کرے گا۔

"تو کچھ بھی کرنے سے پہلے آپ میرے پاس آئیں گی۔"

---------★----------

سڑک پر فاصلے فاصلے سے جلتی سٹریٹ لائٹس میں سے بہت سی لائٹس خراب تھیں۔ اس لیے جلتی بجھتی روشنی رات کے اندھیرے میں ایک خوفناک تاثر دے

www.novelsclubb.com

رہی تھی۔پوری سڑک ویران تھی۔جیسے زندگی کا نام ونشان بھی یہاں موجود نہیں۔اپنے بیک پیک پر گرفت بڑھاتے ہوئے وہ بھاگنے لگی۔ہر سٹریٹ لائیٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ ایک گہری سانس خارج کرتی۔جیسے قدم قدم وہ کامیاب ہو رہی ہو۔

ایک دم اُس کے قدموں میں مزید قدموں کی آواز ملی۔ایک لمحے کو رُک کر پیچھے دیکھا۔چار آدمی اُس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔وہ ڈر گئی تھی۔خوف اُس کے چہرے پر واضح تھا۔وہ ایک بار پھر بھاگنے لگی۔پوری شدت سے۔دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔وہ اپنی سپیڈ بڑھاتی جا رہی تھی مگر وہ قدم قریب آرہے تھے مزید قریب۔وہ تھک رہی تھی۔مزید نہیں بھاگ سکتی تھی۔لیکن بھاگنا ضروری تھا۔اپنے لیے۔اپنی زندگی کے لیے۔اُس مقصد کے لیے جو اُسے رات کے اِس پہر باہر لایا تھا۔

"مجھے چھوڑ دو۔" وہ بھاگنے کے دوران چلائی۔جواباً وہ لوگ ہنسنے لگے۔

”میرے پیچھے مت آؤ۔“ ایک اور فریاد۔ پر وہ اِس لڑکی کا تمسخر اڑاتے ہوئے اُس کے پیچھے بھاگتے رہے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ آگے راستہ کدھر جا رہا ہے۔ اس لیے مڑ گئی۔ اب وہ چلتی پھرتی شاہراہ پر موجود تھی۔ ایک غلط قدم اور زندگی ختم۔ ایک دفعہ پھر پیچھے دیکھا۔ وہ لوگ وہیں تھے۔ فیصلہ ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے بھاگی۔ سامنے سے آتی سلور مرسڈیز نے ہارن دیا۔ پر وہ کچھ نہیں سن رہی تھی۔ وہ سڑک پر گر گئی۔ سفید ہیڈ لائٹ آنکھوں میں چبھنے لگی۔ لوگ اکٹھے ہو رہے تھے۔ آنکھیں بھاری ہونے لگیں۔ اُس نے سانس لینے کی کوشش کی۔ سب کچھ آنکھوں سے اوجھل ہونے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ ہانپتے ہوئے اُٹھ گئی۔ پورا جسم پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔ حلق سوکھنے لگا۔ ایک لمبے عرصے بعد پھر وہی خواب۔ کانپتے ہاتھوں سے پاس پڑی پانی کی بوتل اٹھا کر لبوں سے لگائی۔ گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتر کر اُس کے جلتے جسم کو پُرسکون کرنے

لگا۔ بوتل بند کر کے ارد گرد نظر دوڑائی۔ وہ ہاسپٹل کے وی-آئی-پی روم میں موجود تھی۔ سامنے ہاسپٹل بیڈ پر یوسف جہانگیر دوائیوں کے زیرِ اثر لیٹے تھے۔ وہ آہستگی سے قدم اٹھاتی اُن کے پاس رکھے سٹول پر بیٹھ گئی۔ اُن کا ماتھا چوم کر اُن کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر سہلانے لگی۔

وہ صرف باپ نہیں تھے۔ وہ نتاشہ کے دوست تھے۔ اُس کے ہمراز۔ اُس کے دکھ سُکھ کے ساتھی۔ اُس کے رول ماڈل۔ انہیں اُس طرح دیکھ کر وہ کمزور پڑ گئی تھی۔ صبح آفس جانے تک وہ ٹھیک تھے۔ لیکن پہلی میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد ہی اُن کے سینے میں شدید درد اٹھا۔ ایمرجنسی میں ہاسپٹل لایا گیا تو معلوم پڑا انجائنہ کا اٹیک ہے۔ فہد قریشی نے یوسف صاحب کے منع کرنے کے باوجود نتاشہ کو کال کر دی تھی۔ دوائیوں کے باوجود حالت نہیں سنبھلی تو ڈاکٹرز فوراً انجیو پلاسٹی کرنے لگے۔ اِس دوران وہ مرتاض کے ساتھ آگئی تھی۔ آفس کے سٹاف کو بھی مرتاض نے ہی واپس بھیجا تھا۔

سرجری کے بعد ہی اُسے ڈاکٹرز سے معلوم ہوا تھا کہ یوسف جہانگیر کو انجائنہ کا مسئلہ پہلے سے تھا۔ وہ دوائیاں لے رہے تھے۔ مگر نتاشہ کو اِس سے بے خبر رکھا تھا۔ وہ ہمیشہ سے یہی کرتے تھے۔ نتاشہ کے سارے دکھ اور تکلیفیں اُن کو معلوم ہوتی تھیں۔ مگر اپنا غم اور تکلیف وہ کسی سے شیئر نہیں کرتے تھے۔ نتاشہ سے بھی نہیں۔

---------- ★ ----------

گھڑی کی ٹِک ٹِک اُس کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔ رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ایک بار پھر بے خوابی کا مرض اُس کے دماغ پر دستک دے چکا تھا۔ ایک لمبا عرصہ بے خوابی میں گزارنے کے بعد اُس نے نیند آور دوائیوں کا استعمال بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کے ڈاکٹر نے ایک بار کہا تھا۔ اگر بیس منٹ تک بستر میں لیٹے رہنے کے باوجود تمہیں نیند نہ آئے تو تمہیں اُٹھ جانا چاہیئے۔ اس لیے سونے کی ناکام کوشش کرنے کے بجائے وہ گلاس ڈور سلائیڈ

کر کے بالکونی میں آگیا۔اِنر ہیٹنگ سسٹم کے باعث کمرے کا ٹمپریچر نارمل تھا۔ مگر باہر آتے ہی اُسے ٹھنڈ کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

سیاہ آسمان پر چمکتے چودھویں کے مکمل چاند کو دیکھ کر اُسے صرف ایک چہرہ یاد آیا۔وہ چہرہ جو اِس چاند کی طرح روشن اور مکمل تھا۔ نتاشہ یوسف کا چہرہ۔اور وہ مسکرا دیا۔ سیاہ رات میں۔چاند کی روشنی میں۔ مرتاض حیدر نتاشہ یوسف کے خیال پر مسکرادیا۔

چند لمحات میں ہی اُس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔وہ کیسے کسی لڑکی کے بارے میں سوچ سکتا تھا جب لڑکیوں کے ساتھ اُس کے تجربات اچھے نہیں تھے۔وہ کیسے خود کو کسی لڑکی کی طرف جانے دے سکتا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کے ساری لڑکیاں اپنی عادت ڈال کر چھوڑ جاتی ہیں۔

"نتاشہ ہر گز ایسی نہیں ہے۔" دل نے فوراً نفی کی تھی۔

"خوبصورت چہرے ہی بے وفا ہوتے ہیں۔" دماغ نے توجیہہ دی۔

"ہر وقت کی ضد اچھی نہیں ہوتی۔" دل نے سرگوشی کی۔

وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ دل اور دماغ کی جنگ اُسے ایسے ہی تھکا دیتی تھی۔ اُس نے اپنا خیال بھٹکانے کو ارد گرد دیکھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ گہری خاموشی۔ لیکن آج مرتاض حیدر کا دل خاموش نہیں تھا۔ وہ آج وہی کچھ کہہ رہا تھا جو مرتاض سننا نہیں چاہتا تھا۔ سر جھٹک کر واپس کمرے کی راہ لی۔

بیڈ پر بیٹھتے ہی اُسے سائیڈ ٹیبل پر رکھا رومال نظر آیا۔ دُھلا ہوا تہ شدہ رومال۔ وہ اُس کی ملکیت نہیں تھا مگر اُس کے کمرے میں موجود تھا۔ سفید رومال کے ایک کونے پر سیاہ رنگ کا ایک گلاب کڑھا ہوا تھا۔ جس کے نیچے سیاہ دھاگے سے انگریزی میں نتاشہ لکھا ہوا تھا۔

ایک دم مرتاض کو یاد آیا کہ نتاشہ اُس دن اپنا رومال اس کمرے میں چھوڑ گئی تھی۔ ہو سکتا ہے ہاؤس ہیلپ نے اسے مرتاض کا رومال سمجھ کر واپس یہاں رکھ دیا ہو۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سائیڈ ٹیبل کی پہلی دراز کھول کر وہ رومال وہاں رکھ دیا۔ باقی سب کی نظروں سے دور۔

--------★--------

اندھیرے میں ڈوبی بلڈنگ کا صرف ایک کمرہ روشن تھا۔ جب بلڈنگ کے سب مکین نیند کی آغوش میں تھے تو وہ واحد شخص جائے نماز پر بیٹھا تہجد پڑھ رہا تھا۔ دنیا سے غافل ہو کر اپنے رب سے ہمکلام ہو رہا تھا۔ سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تو زبان سے کوئی لفظ ادا نہ ہوا۔ ہمیشہ کی طرح وہ ہاتھ اُٹھائے چُپ چاپ بیٹھا رہا۔ جانتا تھا کہ وہ رب دلوں کے حال جانتا ہے۔ اُس کے کچھ کہے بغیر ہی سب سُن لے گا۔

"میں آپ کی اولاد نہیں ہوں؟" سماعتوں میں اپنی آواز گونجی۔

"میں کون ہوں؟ میری شناخت کیا ہے؟" کوئی پھر سے چیخا تھا۔

”تم میرے بیٹے ہو۔ہم دونوں کے بیٹے۔“نرم لہجہ۔بہت نرم۔

”جھوٹ!سب جھوٹ ہے۔میں۔میری شناخت۔میری زندگی۔سب جھوٹ ہے۔“

”حمدان ایسے مت کرو۔“کوئی رو رہا تھا۔

”میں خود کو مار لوں گا۔مگر ایسی جھوٹی زندگی نہیں گزاروں گا۔“

ذہن کے پردے پر پرانا منظر لہرا رہا تھا۔وہ ابھی تک جائے نماز سے نہیں اُٹھا تھا۔درد کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔شدید درد۔جو دل و دماغ کو جھنجھوڑ رہا تھا۔وہ بے بس ہو کر ایک بار پھر سجدے میں گر گیا۔

”پوری کائنات کے مالک!میرے دل پر مرہم رکھ دے۔مجھے ہیل(heal) کر دے۔“وہ گڑگڑا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

”میں تھک گیا ہوں۔ان یادوں سے۔ان باتوں سے۔مجھے سکون دے دے۔“

رونے میں شدت آگئی۔

”آپ سکون عطا نہیں کریں گے تو پوری دنیا میں کہیں سکون نہیں ملے گا۔آپ مرہم نہیں رکھیں گے تو کوئی مرہم بھی کام نہیں کرے گا۔“امید تھی کہ کبھی نہ کبھی تو اُس کی دعا سنی جائے گی۔وہ بادشاہوں کا بادشاہ کبھی نہ کبھی تو اسے ہیل کردے گا۔غبار نکل رہا تھا۔سکون مل رہا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اُٹھ گیا۔

---------★----------

لوگوں کی باتوں کی آواز کانوں سے ٹکرائی تو وہ کسمسا کر اُٹھی۔ایک نظر خود پر ڈالی تو معلوم ہوا وہ سٹول پر بیٹھے بیٹھے بیڈ پر سر رکھے سو گئی تھی۔سامنے دیکھا تو ہاسپٹل بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھے یوسف دوسری طرف صوفے پر بیٹھے مرتاض سے محوِ گفتگو تھے۔دونوں نے بیک وقت نتاشہ کو دیکھا۔

”تم گھر جا کر آرام کر لو۔“نرم آواز کانوں سے ٹکرائی تو آنکھیں پھر سے نم ہونے لگیں۔وہ بے اختیار اپنے باپ سے لپٹ گئی۔

”میں ڈر گئی تھی۔آپ کو کچھ ہو جاتا تو۔“آنسو بہہ نکلے۔مرتاض دبے قدموں اٹھا اور باہر نکل گیا۔”آپ مجھے اپنے کسی تکلیف کے بارے میں نہیں بتاتے۔سب کچھ اکیلے برداشت کیوں کرتے ہیں؟“وہ شکوہ کر رہی تھی۔مگر وہ مسکرا رہے تھے۔

”بڑھتی عمر کے ساتھ بہت سی بیماریاں مفت میں آجاتی ہیں۔تم فکر نہ کرو۔میں ٹھیک ہوں۔“نرمی سے اُس کا ماتھا چوما۔

”تم میری بہادر بیٹی ہو۔میری طاقت۔ایسے کمزور پڑو گی تو میں کیا کروں گا؟“ وہ اُسے سہلانے لگے۔

”میں نہیں رو رہی۔“ہتھیلیوں سے اپنے آنسو رگڑے۔

''اچھی بات ہے۔ ورنہ مجھے لگا تمہارے لیے لالی پاپ منگوانا پڑے گا۔'' وہ اُسے کسی بچپن کی بات پر چھیڑ رہے تھے۔ نتاشہ کے گال سُرخ ہوئے۔ وہ اُن کے سینے سے دور ہٹی۔

''میں چھوٹی بچی نہیں ہوں۔'' باور کروایا۔

''میرے لیے تو تم وہی پنک فراک والی۔۔۔''

''میں اٹھائیس سال کی لڑکی ہوں۔'' جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ بولی اٹھی۔

----------★----------

''یہ تم کیا کر رہے تھے؟'' پیچھے سے آتی آواز پر وہ چیز بے اختیار اُس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔ دونوں کی نظریں زمین پر پڑی ریڈ وائن کی بوتل پر تھیں۔ وہ دھیرے سے جھکی، بوتل اٹھائی اور اُس کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

''تم ڈرنک کرتے ہو؟'' آہستگی سے پوچھا۔ لیکن جواب ندارد۔

"تم۔ڈرنک۔کرتے۔ہو۔" ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔

"ہاں!۔" آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"ڈیم اٹ!" اُس نے پوری قوت سے بوتل سامنے دیوار پر دے ماری۔ شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ سرخ مشروب ارد گرد پھیلنے لگا۔"

"تم نے مجھے کبھی کیوں نہیں بتایا کہ تم ڈرنک کرتے ہو؟"

"You better calm down." سامنے والا بے حد تحمل سے بولا۔

(تم پر سکون ہو جاؤ۔)

"Calm down? My foot!"

(پر سکون ہو جاؤ؟ میری جوتی ہوتی ہے پر سکون۔)

"کبھی کبھار ڈرنک کرتا ہوں۔ ہمیشہ نہیں۔" وہ سمجھانے لگا۔

”شہری!“ آواز میں صدمہ در آیا۔ ”تم جانتے ہو مجھے ڈرنک کرنے والوں سے نفرت ہے۔ شدید نفرت۔ گِھن آتی ہے مجھے اُن سب لوگوں سے جو اپنی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو کسی حرام مشروب کے سپرد کر دیتے ہیں۔“

”معلوم ہے مجھے۔ اس لیے تمہارے سامنے کبھی ڈرنک نہیں کی۔“

”تمہارا دماغ خراب ہے۔ ہماری شادی ہونے والی ہے۔ اور تم مجھے یہ تاویلیں دے رہے ہو کہ کبھی تمہارے سامنے شراب نہیں پی۔“ وہ اپنا ضبط کھو رہی تھی۔ ”میں کسی ڈرنکر سے ہر گز شادی نہیں کر سکتی۔“ وہ جانے کو مڑی مگر مدمقابل نے جلدی سے اُس کی کلائی پکڑ لی۔

www.novelsclubb.com

”تم شادی سے بیک آف نہیں کر سکتیں۔“ وہ غرایا۔

”I can and I'll show you this.“

(میں کر سکتی ہوں اور تمہیں یہ کر کے دکھاؤں گی۔)

”نتاشہ یوسف! تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔“

”فائدہ؟“ وہ تمسخرانہ ہنسی۔ ”شہریار آفندی! میں تمہیں یہ بتا رہی ہوں کہ نتاشہ اپنے اصولوں پر کبھی کمپرومائز نہیں کرتی۔“

”تم شادی کرو گی۔ صرف مجھ سے شادی کرو گی۔ صرف ایک ڈرنک والی عادت پر میں تمہیں اتنا بڑا قدم اُٹھانے نہیں دوں گا۔“ ایک جھٹکے سے کلائی چھوڑی۔

”تم سے شادی کرنے پر میں مرنے کو ترجیح دوں گی۔“ وہ غرائی تھی۔ اسی لمحے، شہریار آگے بڑھا اور پوری قوت سے ایک تھپڑ اُس کے منہ پر دے مارا۔ شدت اس قدر تھی کہ وہ ایک لمحے کو آن بیلنس ہو گئی۔

”جیو گی بھی میرے ساتھ۔ مرو گی بھی میرے ساتھ۔ آئندہ اس طرح کی بات ہر گز مت کرنا۔“

www.novelsclubb.com

نتاشہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ دایاں گال سرخ ہو رہا تھا۔ وہ شاید آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی، جس کے باعث آنکھیں سرخ ہو چکی تھی۔ وہ قدم قدم اٹھاتی، آہستگی سے شہریار کے قریب آئی۔ شہریار نے اُس کا گال سہلانے کے لیے ہاتھ اٹھایا مگر اُس سے پہلے ہی نتاشہ نے کھینچ کر ایک تھپڑ اُس کے دائیں گال پر دے مارا۔

"Eye for eye. Slap for slap."

(آنکھ کے بدلے آنکھ۔ تھپڑ کے بدلے تھپڑ۔)

"اب میں مرنے کو ترجیح نہیں دوں گی۔ لیکن تمہیں مرنے کے مقام تک ضرور پہنچا دوں گی۔" کیا غرور تھا۔ کیا شان تھی۔ وہ اپنی اُٹھی گردن کے ساتھ پلٹ گئی۔ مگر شہریار ساکت کھڑا رہ گیا۔

----------★----------

دروازے پر دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی۔ سامنے ہی بیڈ پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔

"میں کافی بنا کر لائی ہوں۔" ٹرے بیڈ کے وسط میں رکھ کے وہ تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گئی۔ جلیل صاحب نے بہت غور سے اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھا۔ اُس کے چہرے پر وہ پہلے والی رونق نہیں تھی۔

"مجھے آپ دونوں سے کچھ کہنا ہے۔" وہ مسلسل اپنی انگلیوں سے کھیل رہی تھی۔

"بولو۔" باپ کی آواز پر چہرہ تھوڑا اوپر اُٹھایا۔

"آئی ایم سوری۔ میں نے کئی دفعہ آپ لوگوں سے مِس بی ہیو کیا ہے۔ آئی ایم رئیلی سوری۔"

"میرا بچہ ادھر آؤ۔" جلیل صاحب نے اشارہ کیا تو وہ اُن کے پاس چلی گئی۔

"تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔یہی سب سے اچھی بات ہے۔مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔" نرمی سے اُس کا چہرہ تھپتھپایا۔

"مام! آپ ناراض ہیں۔" رُخ ماں کی جانب کیا۔

"نہیں میرے بچے۔میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔میں صرف یہ چاہتی ہوں کے تم کسی ایک لڑکے کی خاطر اپنی زندگی کا حسین وقت اور یہ خوبصورت رشتے خراب نہ کرو۔"

"میں کوشش کروں گی کہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کروں۔" سر جھک گیا تھا۔

"محبت کرنا غلط نہیں ہوتا۔لیکن محبت کی خاطر اپنی زندگی خراب کرنا غلط ہوتا ہے۔" جلیل صاحب اُٹھ کر اُس کے سامنے کھڑے ہوئے۔

"ہم انسان ہیں۔محبت کرنا ہماری فطرت ہے۔اس فطرت پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔لیکن کسی بھی محبت کی خاطر اپنے آپ سے محبت کم کر دینا قابل شرمندگی

ہے۔ دنیا میں کوئی شخص آپ سے وہ محبت نہیں کر سکتا جو آپ خود سے کر سکتے ہیں۔" لہجے میں نرمی سموئے وہ اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔ عین اُسی پل وہ اُن کے سینے سے لپٹ گئی اور بے اختیار رو پڑی۔

"میں ہر کوشش کے بعد بھی خود کو مرتاض سے محبت کرنے سے روک نہیں پا رہی۔ ہر بار میں اُس کے پیچھے کھنچی چلی جاتی ہوں۔ ایک دن اُس کو نہ دیکھوں تو لگتا ہے سارا دن بیکار گیا ہے۔" وہ رونے کے بیچ بول رہی تھی۔ جلیل صاحب خاموشی سے اُس کی کمر سہلاتے رہے۔

"میں اُس سے محبت کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے نہ ملا تو میں کیا کروں گی؟ میں اُس کے بغیر یہ زندگی نہیں گزار سکتی۔" ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے تھے۔

اُن دونوں کو اپنی لاڈلی بیٹی کا اس طرح رونا شدید تکلیف میں مبتلا کر رہا تھا۔ لیکن دل کا غبار نکلنا بھی ضروری تھا۔

----------★----------

وہ ہاسپٹل کے گارڈن میں بینچ پر بیٹھا اپنے موبائل پر مصروف تھا جب کوئی اُس کے برابر آبیٹھا۔ ایک مسکراہٹ نے اُس کے چہرے کا احاطہ کیا۔ موبائل بند کر کے جیب میں رکھا اور ساتھ بیٹھے نفوس کی جانب متوجہ ہوا۔

”بہت شکریہ۔ آپ میرے ساتھ ہاسپٹل آئے اور مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔ میں پریشانی میں آپ کا شکریہ نہیں کر سکی تھی۔ اس لیے معذرت۔“

”کم از کم آپ میرے ساتھ تو یہ معذرت اور شکریہ والے تکلف نہ کریں۔“

نتاشہ کو اس لمحے وہ بہت اپنا اپنا سا لگا۔

”شکریہ اور معذرت۔ دونوں بوجھ کی طرح ہوتے ہیں۔ جتنی جلدی حقدار تک پہنچ جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ ورنہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بوجھ بڑھتا جاتا ہے۔“

”بوجھ صرف ایک صورت کم ہو سکتا ہے۔“ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"کس طرح؟" دائیں آئبرو سوالیہ انداز میں اٹھائی۔

"ایک شام میرے نام۔" بے اختیار لبوں سے پھسلا۔ نتاشہ کے چہرے پر حیرت در آئی۔

"میں سمجھی نہیں۔" بینچ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"میرا کہنے کا مطلب تھا۔۔آپ مجھے کافی پلا سکتی ہیں۔اسی صورت آپ کا شکریہ اور معذرت قبول ہو سکتی ہے۔"

"نوپرابلم۔" وہ دھیرے سے مسکرائی۔"کل شام آپ کی خواہش پوری کر دی جائے گی۔" وہ اس انداز پر ہنس دیا۔

"ڈیل؟" مرتاض نے دایاں ہاتھ اُس کی جانب بڑھایا۔

"ڈیل۔" نتاشہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

ٹھیک اُسی لمحے بارش کے چند ننھے قطرے اُن کے تھامے ہوئے ہاتھوں پر گرے۔ دونوں نے بیک وقت سر اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ بارش کے مزید قطرے اُن کے چہروں کو بھگونے لگے۔ مرتاض نے رُخ موڑ کر نتاشہ کی جانب دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیے بارش کو محسوس کر رہی تھی۔ ایک نادان خواہش اُس کے دل میں جاگی۔ کاش وہ اس لمحے کو کیمرے کے آنکھ میں قید کر سکتا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اُسے یہ حق حاصل نہیں۔ وہ سر جھٹک کر رُخ پھیر گیا۔

---------★----------

نیم اندھیر کمرے کے وسط میں موجود بیڈ پر کوئی شخص ایک فوٹو فریم سینے سے لگائے لیٹا تھا۔ سنہرے فریم کے اندر ایک درمیانی عمر کی عورت کی تصویر قید تھی۔ سمندر جیسی شفاف نیلی آنکھیں۔ سنہری مائل ہلکے بھورے بال۔ کھلا ہوا شفاف چہرہ۔ وہ عورت اپنی عمر کے حساب سے بہت فٹ اور خوبصورت تھی۔

”مما!“ بیڈ پر لیٹا وجود نہایت نرمی سے پکارا۔ گویا وہ عورت تصویر میں نہیں بلکہ حقیقت میں اُس کے پاس موجود تھی۔

”مما! آئی مس یو آلاٹ۔“ (میں آپ کو بہت یاد کرتا ہوں۔) وہ حسرت سے تصویر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

”آپ جانتی ہیں نہ میں نے نتاشہ کو جان بوجھ کر تھپڑ نہیں مارا تھا۔“ آواز دھیمی ہو گئی۔

”مجھ سے برداشت نہیں ہوا جب وہ مجھ سے دور جانے کی بات کرنے لگی۔ وہ میری بیسٹ فرینڈ تھی۔ وہ مجھے کیسے چھوڑ سکتی تھی۔ مگر وہ کہنے لگی کہ مجھے چھوڑ دے گی۔ اور میرا ہاتھ اُٹھ گیا۔ میں اُسے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔“ فریم خود سے مزید قریب کیا۔

”وہ ناراض ہو گئی۔ آپ ہوتیں تو اُسے واپس منا لیتیں۔“ ایک آہ بھری اور فریم سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر واپس لیٹ گیا۔ آہستہ آہستہ نیند نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

-----------★----------

گیلی ریت پر ننگے پاؤں کھڑے ہو کر وہ اپنے سامنے موجود وسیع سمندر کو دیکھ رہا تھا۔ اُفق پر اُبھرتے سورج کا نارنجی عکس پانی کی لہروں میں واضح تھا۔ صبح کا آغاز ہو رہا تھا۔ ساحلِ سمندر لوگوں سے خالی تھا۔ آہستگی سے قدم اُٹھاتے ہوئے وہ سمندر کی جانب چلتا گیا۔ وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا، پانی اُس کے وجود کو لپیٹ میں لے رہا تھا۔ پانی جب سینے سے ذرا نیچے تک آ گیا تو اُس کے قدم تھمے۔

”میں چاہتا ہوں کہ چند قدم مزید اُٹھاؤں اور خود کو اِن لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دوں۔ پھر یہ لہریں مجھے بے دردی سے اِدھر اُدھر پھینکیں اور آخر میں میرا بے جان

www.novelsclubb.com

وجود اس پانی پر تیرنے لگے۔" وہ سامنے کسی مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کر رہا تھا۔

"خودکشی حرام کیوں ہے؟" اب کے وہ بے بسی سے چلایا۔ "میں اپنی مشکلوں کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔" آواز میں دنیا جہاں کا کرب تھا۔ آنکھوں سے نمکین پانی کی آبشار بہنے لگی تھی۔ وہ روتا جا رہا تھا۔ کاش یہ درد کسی طرح ختم ہو سکتا۔

دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے بعد وہ بوجھل قدموں سے سمندر کی گرفت سے باہر آ گیا۔ گیلی ریت پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑتے ہوئے وہ ہاسٹل کی طرف چل دیا۔ پیچھے پانی کی لہریں اُس کے قدموں کے نشان ایسے مٹا گئیں جیسے وہ کبھی یہاں آیا ہی نہیں تھا۔

"حمدان۔" ہاسٹل کے گیٹ کے باہر فٹ پاتھ پر موجود وہ دونوں اسے دیکھ کر تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"آپ دونوں واپس چلے جائیں۔" لہجہ بے لچک تھا۔

"ماں باپ سے اتنی ناراضی اچھی نہیں ہوتی۔" برقعے میں ملبوس خاتون نرمی سے بولیں۔

"آپ میرے ماں باپ نہیں ہیں۔"

"بیس سال۔ بیس سال حمدان۔" خاکی سوٹ میں ملبوس آدمی بے بسی سے بولا۔

"ہم نے تمہیں پورے بیس سال پالا ہے۔ اور تم ہمیں ماں باپ نہیں مانتے۔"

"لیکن یہی سچ ہے۔ میں آپ کی سگی اولاد نہیں ہوں۔" ایک پل کو وہ دونوں خاوند بیوی کچھ نہ بول سکے۔

''تم تین دن کے تھے۔جب تمہاری ماں تمہیں میری گود میں ڈال گئی تھی۔تمہارا نام بھی میں نے اور تمہارے ابو نے رکھا۔تم رات کو روتے تھے تو میں جاگتی تھی تمہارے ساتھ۔تمہاری طبیعت خراب ہوتی تھی تو تمہارے ابو تمہاری خاطر ہاسپٹلز کے دھکے کھاتے تھے۔اگر یہ سب ماں باپ نہیں کرتے تو کون کرتا ہے حمدان؟'' وہ رو رہی تھیں۔حمدان کے دل کو کسی نے جھنجھوڑا۔اُس کی ماں رو رہی تھی۔

''پورے بیس سال تمہیں اپنے سینے سے لگا کر رکھا۔پورے بیس سال تمہیں اپنی اولاد کی طرح رکھا۔اور ایک پل میں لگا تمہیں ہمیں پرایا کرنے میں۔ایسے ہوتے ہیں بیٹے؟ جب ہم نے کبھی تمہیں دوسرا نہیں سمجھا۔تو تم کیسے ہم دونوں کو دوسرا سمجھ سکتے ہو؟'' وہ اُس کے دونوں بازو پکڑے سوال کر رہیں تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

”مجھے اپنی سگی ماں کے بارے میں جاننا ہے۔“ لفظ تھے یا نشتر۔ اُن دونوں کا لگا وہ بول نہیں سکیں گے۔ اتنے سالوں کی محبت کے بعد بھی حمدان کو ان دونوں میاں بیوی کی تڑپ سے کچھ فرق نہیں پڑتا تھا۔ اُن کا بیٹا اتنا بے حس تو نہیں تھا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ماں کا نام اور پتہ تمہیں دے دیتا ہوں۔“ خاکی قمیض کی جیب سے ایک پرچی نکال کر اُس کے ہاتھ میں تھمادی۔ ”کیونکہ اب تم اپنی سگی ماں سے ملنے جارہے ہو تو ہمارے درمیان اب سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ حافظ۔“

وہ اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے تیزی سے مڑ گئے۔ جاتے ہوئے بھی وہ عورت مڑ مڑ کے اپنے اِس بیٹے کو دیکھتی رہی۔ شاید وہ ماں کہہ کر پکارلے۔ مگر کچھ حسرتیں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔

وہ چند لمحے یونہی ساکت کھڑا اپنے ہاتھ میں موجود پرچی دیکھتا رہا۔ ماں ملنے والی ہے۔ ماں باپ دور چلے گئے۔ دماغ کشمکش میں ڈوبتا جارہا تھا۔ ایک گہری سانس کھینچ کر پرچی مٹھی میں دبالی۔ ہاسٹل کے زنگ آلود دروازے کو کھول کر وہ اندر چلا گیا۔

www.novelsclubb.com

-----------★-----------

مال کے بُک سٹور میں کھڑی وہ کوئی کتاب ڈھونڈ رہی تھی۔ بک شیلفس کی قطاروں میں آگے بڑھتے ہوئے وہ ایک شیلف کے پاس رُکی۔ ساری کتابیں انگلش لکھاریوں کی تھیں۔ اُس نے گلابی کور والی ایک کتاب اُٹھالی۔ کَور ڈیزائن پر انتہائی بیہودہ تصویر تھی۔ اُس نے جھر جھری لے کر کتاب واپس رکھ دی۔ قدرے نیچے کی شیلف سے ایک نیلے کور والی کتاب اٹھالی۔ کور ڈیزائن پر سمندر کی لہریں بنی تھیں۔ اُس نے قدرے متاثر ہو کر کتاب کے چند صفحے پلٹائے۔ اچانک نظر ایک لفظ پر اٹک گئی۔ اُس نے صفحے کے شروع سے پڑھنا شروع کیا اور ایک دو لائنز پڑھنے کے بعد ہی تیزی سے کتاب بند کر کے واپس رکھ دی۔ (انگلش لٹریچر زمیں کسی قدر واہیات ناولز پبلش ہونے لگے ہیں۔)

وہ دوسری شیلف دیکھ رہی تھی جب اُس کے پیچھے والی شیلف پر ایک لڑکی اپنی ماں کے ہمراہ آگئی۔ ماں تو مسلسل اپنے موبائل میں مصروف تھی۔ وہ لڑکی ہی شیلف

میں موجود کتابیں پسند کر کے اُٹھا رہی تھی۔ وہ ایک نظر ان پر ڈال کر واپس اپنی بُک ہنٹنگ (کتابوں کی تلاش) میں مصروف ہو گئی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد جب وہ پلٹی تو لڑکی سات آٹھ کتابیں پسند کر چکی تھی۔ نتاشہ کی نظر پل بھر کو اُن کتابوں کے کورز اور نام پر ٹھہری اور وہ اپنی جگہ ساکت ہو گئی۔ کالج کا یونیفارم پہنے وہ لڑکی جس کی عمر بامشکل سترہ یا اٹھارہ سال ہو گی۔ وہ انگلش زبان کا غلیظ ترین مواد کتابی شکل میں اٹھائے کھڑی تھی۔ کور ڈیزائن تو کور ڈیزائن۔ نام بھی گھٹیا ترین تھے۔

"بیٹا آپ نے یہ کتابیں خود پسند کی ہیں؟" وہ بے ساختہ سوال کر بیٹھی۔

"جی ہاں۔ میں ایک بُک گرل ہوں۔" اُس کے تمتماتے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اِن کتابوں کے لیے بہت ایکسائٹڈ ہے۔

"آپ نے اِن کتابوں کا synopsis (خلاصہ) پڑھا ہے؟" وہ نرمی سے پوچھ رہی تھی۔ اُس کا خیال تھا شاید لڑکی نے اپنی معصومیت میں یہ کتابیں اُٹھالی ہیں۔ ماں بھی پوری توجہ سے اپنی بیٹی اور اس انجان لڑکی کی باتیں سُننے لگی۔

"میں نے انسٹا گرام کی ریلز میں اِن کتابوں کے چند ڈائیلاگز پڑھے تھے۔ اس لیے مجھے پتا ہے کہ synopsis کیا ہو گا۔" وہ لڑکی کندھے اُچکا کر کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔ جیسے کہہ رہی ہو مجھے آپ کی نصیحت سننے میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔

نتاشہ نے ایک گہری سانس بھری اور لڑکی کی ماں کی طرف مڑی۔

"مجھے معاف کیجیئے گا۔ لیکن آپ کی بیٹی نے جو کتابیں پسند کی ہیں وہ کتابی شکل میں موجود پورن کانٹنٹ ہے۔ میرا نہیں خیال کے آپ اپنی کچے ذہن کی بیٹی کو پورن دیکھنے کی اجازت دیں گی۔ اس لیے اُسے پورن پڑھنے بھی نہ دیں۔ یہ ایک لت ہے۔ جو بڑھتی جاتی ہے۔" لہجے میں طنز کا کوئی عنصر شامل نہیں تھا۔ وہ خلوص سے اُس عورت کو سمجھا رہی تھی۔

"اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں ہے تو اپنی بیٹی کی پسند کی گئی کسی بھی کتاب میں سے چند صفحے پلٹا کر دیکھ لیں۔" وہ اپنا کام کر چکی تھی۔اس لیے رُخ موڑ گئی۔

وہ عورت اپنی ایڑیوں پر گھومی اور کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔بیٹی کے ہاتھ سے کتابیں پکڑ کر وہ ایک کے بعد ایک صفحہ پلٹتی گئی۔ہر اگلی کتاب کے ساتھ اُس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑھ رہا تھا۔کیا اُس کی بیٹی یہ سب غلاظت پڑھتی ہے۔یہ سوچ کر ہی اُس کا دل بیٹھے جا رہا تھا۔نتاشہ نے کن اِکھیوں سے اُس عورت کو وہ کتابیں کاؤنٹر پر پٹختے دیکھا۔

"آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی۔اس طرح کی غلاظت رکھی ہے آپ نے بُک سٹور میں۔" وہ اونچی آواز میں بول رہی تھی۔

"میڈم جی آج کل کے بچے یہی سب پڑھتے ہیں۔" چیک آؤٹ پرسن تحمل سے بولا۔

"آج کل کے بچوں کے ذہن کچے ہوتے ہیں۔انہیں جو کچھ سجا سنوار کر پیش کیا جائے گا وہ اُسے خوشی خوشی قبول کر لیں گے۔ مگر بڑے لوگوں کو تو تھوڑی تمیز ہونی چاہیئے۔ہمارے زمانے میں کتابوں کا تقدس ہوا کرتا تھا۔لوگ علم،ادب اور تہذیب سیکھنے کے لیے کتابیں خریدتے تھے۔لیکن اب تو یہ کتابیں ادب کے نام پر دھبہ ہیں۔"

"میم آپ نے یہ کتابیں نہیں خریدنی تو نہ خریدیں۔لیکن شور مچا کر باقی کسٹمرز کو ڈسٹرب مت کریں۔"چیک آؤٹ پرسن نے کتابیں کاؤنٹر سے اٹھا کر پیچھے کر لیں۔

"صرف کاؤنٹر سے ہی نہیں بلکہ اپنی پوری دکان سے بھی اس گندے مواد کو اُٹھا لیں۔ورنہ میں اپنی ساری فیملی اور فرینڈز کو بتادوں گی کہ اِس بُک شاپ میں دوبارہ کبھی نہ آئیں۔"انگلی اُٹھا کر تنبیہہ کر کے وہ اپنی بیٹی کا ہاتھ تھامیں نتاشہ کے پاس آئیں۔

''بہت شکریہ۔'' مسکرا کے سر کو خم دیتے ہوئے وہ پلٹ گئیں۔ دروازے کے پار جانے تک وہ لڑکی مڑ مڑ کے نتاشہ کو خونخوار نگاہوں سے گھورتی رہی۔ نتاشہ ہنس کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

-----------★-----------

انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر حرکت کر رہی تھیں۔ سکرین پر خاکہ اُبھرتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے پراجیکٹ کی ڈیمانسٹریشن تیار کر رہا تھا۔ یہ پراجیکٹ بہت خاص اور اہم تھا۔ اِس لیے چند ایک لوگوں کے علاوہ اس پراجیکٹ کے بنیادی آئیڈیا کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

سکرین پر موجود خاکہ 2D سے 3D ہو گیا تھا۔ مزید کام کے لیے پراجیکٹ ڈرافٹ کی ضرورت تھی۔ چند لمحے رُک کر دراز میں دیکھا۔ فائل وہاں نہیں تھیں۔ انٹر کام اٹھا کر ماریہ کو فائل لانے کا کہا۔

دو بار دستک ہونے کے بعد دروازہ کھلا۔ چند لمحوں بعد فائل آفس ٹیبل پر لیپ ٹاپ کے پاس رکھ دی گئی۔

"سٹرونگ بلیک کافی۔" مرتاض کا دھیان مکمل طور پر لیپ ٹاپ پر تھا۔ وہ کچھ کہے بغیر پلٹ گئی۔

"لنچ کے بعد کوئی بھی میٹنگ نہ ہو۔ میرا شیڈول کلیئر کر دیں۔" ایک بار پھر جواب ندارد۔

"ایک سیکنڈ رکیں۔" مرتاض کی آواز پر ماریہ کے قدم رُکے۔

"پلٹیں۔" لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹائیں وہ پوری طرح ماریہ کی جانب متوجہ تھا۔ لیکن وہ نہیں پلٹی۔

"مس ماریہ۔ میری طرف پلٹیں۔" ایک اور بار کہا۔

"مس ماریہ۔میں آپ کو آرڈر دیتا ہوں کہ میری طرف مڑیں۔" اب کے وہ پلٹ گئی۔مرتاض کی آنکھوں میں حیرت در آئی۔آنسوؤں کے باعث آنکھوں کے گرد پھیلا مسکارا، مِٹی مِٹی لپسٹک اور سلوٹ زدہ شارٹ شرٹ۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" وہ بے اختیار کُرسی سے اٹھ گیا۔ماریہ تو لب سل کے کھڑی تھی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے؟" وہ احتیاطی قدم اُٹھاتا اُس کی جانب آیا۔"اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شیئر کر سکتی ہیں۔میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"مس ماریہ۔کیا ہوا ہے؟"

"کیا ہوا ہے؟" وہ استہزائیہ ہنسی۔"وہی ہوا ہے جو ہوتا آیا ہے۔صدیوں سے۔"

"مجھے کچھ بتائیں گی تو میں کچھ کروں گا۔" فرسٹریشن کے باعث آواز بلند ہو گئی۔

''کیا کریں گے آپ؟ اگر میں کہوں کہ ولید صاحب نے مجھے ہراس کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا کریں گے؟ ایک عام سی سیکریٹری کی خاطر اپنی ڈیل خراب کرلیں گے؟'' وہ چیختی جارہی تھی۔ آنسو بہتے جارہے تھے۔ مرتاض کسی برف کے مجسمے کی مانند ساکت ہوچکا تھا۔ چند لمحے لگے تھے برف پگھل کر ہوش میں آنے کے لیے۔

''میرے ساتھ چلیں۔'' وہ دروازہ کھول کر آگے بڑھا اور ماریہ بحالتِ مجبوری اُس کے پیچھے چلنے لگی۔ جانے کیا ہونے والا تھا۔ وہ مسلسل اپنے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔ جس کے باعث سیاہی مزید پھیل گئی۔ وہ دونوں لفٹ کی جانب چل دے۔

گراؤنڈ فلور پر اُتر کے وہ تیزی سے ویٹنگ ایریا کی جانب بڑھا۔ ولید وہیں ایک صوفے پر بیٹھا کافی کے سپ لے رہا تھا۔ مرتاض کو دیکھ کر جوش سے کھڑا ہوا مگر اُس کے پیچھے آتی ماریہ کو دیکھ کے تاثرات ذرا بدلے تھے۔

www.novelsclubb.com

"Slap him as hard as you can"وہ ماریہ سے مخاطب تھا۔

پورا ویٹنگ ایریا یکدم خاموش ہو گیا۔

(تم اسے جتنا زوردار تھپڑ مار سکتی ہو مارو۔)

"مرتاض یہ کیا مذاق ہے؟" وہ دھیمے سے بولا۔

"مس ماریہ۔ آپ نے سُنا نہیں۔" اب کے آواز میں سختی در آئی۔

"میں نہیں کر سکتی۔" آواز کمزور تھی۔ بے حد کمزور۔ وہ لب بھینچ کر چند قدم آگے بڑھا اور ایک زوردار مکا ولید کے دائیں گال پر مارا۔ وہ لڑکھڑا گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ماریہ کو ہاتھ بھی لگانے کی۔" وہ اب ہذیانی انداز میں اُسے مارتا جا رہا تھا۔ اُس کے سخت وار کے آگے ولید کی مزاحمت دم توڑنے لگی۔ وہ اب فرش پر گرا مرتاض کے مکے سہہ رہا تھا۔

"تم جیسے عیاش کتوں کو لگتا ہے کہ پبلک بلیس میں کھڑی عورت پبلک پراپرٹی بن جاتی ہے۔ تم جب چاہو، جیسے چاہو چھیڑ سکتے ہو۔" مرتاض کے knuckles (انگلیوں کے جوڑ) زخمی ہو چکے تھے۔ ولید کی ناک سے مسلسل خون بہہ رہا تھا مگر وہ بخشنے کے موڈ میں ہر گز نہیں تھا۔

"میرے آفس میں موجود ہر عورت کی عزت میری اپنی عزت ہے۔ تم نے میری عزت پر ہاتھ مارنے کی کوشش کی ہے ولید۔ اور مرتاض حیدر اپنی عزت کی خاطر جان لے بھی سکتا ہے اور دے بھی سکتا ہے۔"

وہ ہانپتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ ارد گرد موجود سب لوگ اُسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کوئی بھی اس شخص کی مدد نہیں کرے گا۔" انگلی سے زخمی ولید کی جانب اشارہ کیا۔ "اگر یہ یہاں سے جائے گا تو خود اُٹھ کر جائے گا۔ ورنہ چاہے تو یہیں مر جائے۔"

www.novelsclubb.com

"ڈیل ٹرمینیشن کا لیٹر تیار کریں۔لیٹر میں واضح طور پر یہ بات ہونی چاہیئے کہ یہ ڈیل ورک پلیس پر لڑکی کو ہراساں کرنے کے باعث ختم کی گئی ہے۔لیٹر پبلیکلی انٹرنیٹ پر پبلش ہونا چاہیئے۔تاکہ ولید شنواری صاحب کی اصلیت سب کے سامنے آئے۔گاٹ اِٹ؟" وہ ماریہ سے مخاطب تھا۔

"یس باس۔"لہجہ قدرے سنبھل چکا تھا۔وہ آگے بڑھ گیا۔

----------★----------

"ہمارے حلقے میں جتنے بھی متوسط طبقے والے لوگ ہیں اُن کے گھر راشن بھجوانا ہے۔مگر انہیں یہ سب کچھ خیرات نہ لگے۔بلکہ لگے کہ کسی نے اُن کی مدد کی ہے۔"شہریار اپنے اسسٹنٹ عادل کو لائحہ عمل سمجھا رہا تھا۔

"لیکن جب ہماری ٹیم اُن کے گھر راشن دینے جائے گی تو یقیناً اردگرد والے دیکھیں گے۔اس طرح ہو سکتا ہے کہ اُن کی خودداری کو چوٹ پہنچے۔"

"تمہیں میرے اسسٹنٹ کی جاب کس نے دی ہے؟" شہریار کے سوال پر عادل نے سوالیہ انداز سے اپنے باس کو دیکھا۔

"سوری سر۔ میں سمجھا نہیں۔" وہ جزبز ہوا۔

"بغیر دماغ کے تم میرے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکو گے۔ اس لیے کوشش کرو اپنے گھٹنوں میں موجود سامان کو استعمال کرو۔" طنزیہ جملوں پر عادل شرمندگی سے منہ جھکا گیا۔

"سارا راشن رات کے اندھیرے میں گھر گھر جائے گا۔ تم لوگ راشن باکس دروازے کے سامنے رکھو گے اور بیل بجا کر پیچھے ہو جاؤ گے۔ جب تک کوئی گھر سے نکل کر سامان نہ اٹھا لے تم لوگ دیکھتے رہو گے۔ اس طرح باری باری ہر گھر میں سامان جائے گا۔"

"اوکے سر!"

"ہر باکس پر ایک نوٹ موجود ہوگا۔ جس پر 'آپ کا خیر خواہ شہر یار آفندی' لکھا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے سر۔ کل تک سارے گھروں میں باکس پہنچ جائیں گے۔"

"اگر اس کام میں تھوڑی سی بھی کوتاہی ہوئی تو میں تمہیں اسی طرح باکس میں بند کر کے تمہارے گھر بھیجوں گا۔" وہ ازلی بے رحمی سے وارن کر رہا تھا۔

"سر آپ مجھے دھمکائے بغیر بھی بات سمجھا سکتے ہیں۔" عادل روہانسا ہو گیا تھا۔

"انسان کی عادت ہے۔ جب تک اُسے کسی چیز سے خوف نہ دلاؤ وہ صحیح سے کام نہیں کرتا۔" شہر یار کے انداز پر وہ سر جھٹک کے رہ گیا۔

"ایک بات پوچھنی ہے؟"

"پوچھو۔ مجھے یقین ہے پوچھے بغیر تمہیں نیند نہیں آئے گی۔"

"راشن کے بدلے لوگ صرف آپ کو ووٹ دیں گے۔آپ کو اتنا یقین کیسے ہے؟"

"جس ملک میں لائبریریز کے بجائے ریسٹورنٹ کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو۔ وہاں کی عوام دماغ سے نہیں پیٹ سے فیصلے کرتی ہے۔اور ایسی عوام پر حکمرانی کرنے کے لیے اِن کے پیٹ کو بھرنا پڑتا ہے۔"

"لیکن وہ بیرسٹر شعیب کا بیٹا عوام کو مفت تعلیم کا خواب دِکھا رہا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ اِس بار وہ آپ کے مقابلے میں کھڑا ہو گا۔"

"مائی ڈیئر عادل! تم نے ماسلو کی ضروریات کی درجہ بندی پڑھی ہے؟"

"نہیں سر۔"

"ماسلو کہتا ہے کہ ہر انسان کی ضروریات ایک اہرام کی شکل میں ہیں۔جب نچلے درجے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اُس کے بعد ہی انسان اوپر والے درجے کی

ضروریات پوری کرنے کا سوچتا ہے۔ ہماری نوے فیصد عوام اس وقت ضروریات کی درجہ بندی میں سب سے نچلے درجے میں پھنسی ہوئی ہے اور سب سے نچلا اور بنیادی درجہ ہے 'روٹی، کپڑا اور مکان۔' جو سیاستدان عوام کو روٹی دیتا ہے، عوام اُس کو ووٹ دیتی ہے۔"

"اوکے۔ سمجھ گیا۔" عادل ساری باتیں پر اسس کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

"اب جاؤ اور اپنے ٹاسک پر توجہ دو۔ ورنہ تمہیں۔۔"

"باکس میں گھر بھیجو گا۔ مجھے یاد ہے۔" شہریار کا جملہ مکمل کرتے ہوئے عادل جلدی سے دروازے کی جانب بڑھا۔

---------★---------

"اصولاً تو آپ کو گھر کا کھانا کھانا چاہیئے۔ لیکن صرف آپ کی خاطر میں آج کے دن آپ کو چِیٹ کرنے کی اجازت دے رہی ہوں۔" کانٹے سے سٹیک کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھا۔

"تمہارے خیال میں مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت ہے؟" وہ کھلے دل سے مسکرائے۔

"ناٹ فیئر بابا۔" وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"فکر نہ کرو۔ آج کے بعد میں ڈائٹ پلان فالو کروں گا۔ نو مور چیٹ ڈیز۔" انہوں نے سرینڈر کے انداز میں دونوں ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

"ڈائٹ پلان کے ساتھ آپ کو آفس ٹائیمنگ بھی کم کرنی پڑے گی۔ آپ اوور ورک کر رہے ہیں۔"

"کام پر کوئی کمپرومائز نہیں۔" سلاد کی پلیٹ اپنی طرف کھسکائی۔

”اس پر ہم گھر جا کر بات کریں گے۔ نو مور آرگیومنٹس۔“

”جو آپ کہیں میڈم۔“ وہ ہنس دیے۔

”تم شادی کے بعد بدل گئے ہو۔ پہلے تم لبرل ہوتے تھے۔ لیکن اب میری ہر ایکٹیویٹی سے تمہیں مسئلہ ہے۔ ادھر نہ جاؤ۔ اُس سے نہ ملو۔ یہ نہ کرو۔ ہماری شادی میں صرف پابندیاں ہی رہ گئی ہیں۔“ چند لمحے گزرے تھے کہ ایک روہانسی سی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ یوسف صاحب نے گردن موڑ کے دائیں جانب دیکھا جہاں ایک نتاشہ کی عمر کی لڑکی اپنے سامنے بیٹھے لڑکے سے شکوہ کر رہی تھی۔

”میں تم پر پابندیاں نہیں لگاتا۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ جن لوگوں کو تم اپنا دوست سمجھتی ہو وہ اصل میں تمہارے خیر خواہ نہیں ہیں۔ تم میری بیوی ہو۔ میرے لیے بہت عزیز ہو۔ میں جان بوجھ کر تمہیں تنگ نہیں کرتا۔“ وہ لڑکا اب اُس کا ہاتھ تھامے نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

''لوگ صحیح کہتے ہیں۔ عورت جب تک گرل فرینڈ بنی رہتی ہے مرد کو ہر حال میں عزیز رہتی ہے۔ جیسے ہی گرل فرینڈ سے بیوی کے مقام پر ترقی ہوتی ہے مرد کو اُسی عورت میں خامیاں نظر آنے لگتی ہیں۔'' وہ نروٹھے پن سے ہاتھ چھُڑا گئی۔

نتاشہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود یوسف صاحب اپنی کرسی سے اُٹھے اور اس جوڑے کی میز کی طرف بڑھے۔

''السلام علیکم۔'' وہ کھنکھارے۔ ''میرا مقصد ہرگز آپ دونوں کو ہرٹ کرنا نہیں ہے۔ لیکن آپ کی آوازیں میری ٹیبل تک آرہی تھیں۔اس لیے مجھے یہاں تک آنا پڑا۔'' وہ دونوں ایک دم شرمندہ سے ہو گئے۔

''بڑے ہونے کی حیثیت سے سمجھانے آیا ہوں۔'' لہجہ حد درجہ نرم تھا۔ ''میں اپنی بیٹی کو بتانا چاہتا ہوں کہ گرل فرینڈ کبھی کسی آدمی کی عزت نہیں ہوتی۔ گرل فرینڈ آج ہے تو کل نہیں ہے۔ نئی جنریشن تو آئے روز ڈیٹنگ پارٹنر بدلتی رہتی ہے۔ لیکن بیوی ہمیشہ کے لیے ہوتی ہے۔ نکاح کے تین بول ایک عورت کو مرد کی

عزت بنا دیتے ہیں۔ایک مرد ہمیشہ اپنی عزت کی پرواہ کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اچھا برا سمجھا دیتے ہیں۔‘‘لڑکی کا سر مزید جھک گیا۔

’’میرے پیارے بیٹے۔‘‘لڑکے کی طرف دیکھا۔’’بیوی کو خوش رکھا کرو۔گھر کی رونق عورت کے ہنسنے سے ہوتی ہے۔کبھی اپنی منوالیا کرو۔کبھی بیوی کی مان لیا کرو۔رشتے ایسے ہی نبھائے جاتے ہیں۔‘‘

اُن دونوں کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ واپس اپنی ٹیبل پر آ گئے۔

’’It was their personal matter baba!‘‘نتاشہ آہستگی سے بولی۔

www.novelsclubb.com

(یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا بابا)

’’بچوں کے ذاتی معاملات جب بگڑنے لگیں تو بڑوں کو سنبھال لینا چاہیئے۔‘‘وہ کندھے اچکا کر اپنا جوس پینے لگے۔

"آپ ہر ایک کا معاملہ نہیں سنبھال سکتے۔" اپنی بات پر زور دیا۔

"دیکھو بیٹا! شادی جس طرح مرضی ہو، شادی کا ٹوٹنا ہمیشہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ٹاکسک میرج سے نکلنے والے لوگ بھی ایک لمبا عرصہ شادی ٹوٹنے کے غم میں رہتے ہیں۔خاص کر جب دو لوگوں کے درمیان محبت ہو تو شادی ختم ہونا زندگی ختم ہونے جیسا لگتا ہے۔میں خود بروکن میرج کے کرائسس سے گزر چکا ہو ۔کسی ایسے شخص کو کھو دینا جو آپ کو بہت عزیز ہو، آپ کی زندگی بدل دیتا ہے۔اگر گزارہ ممکن نہیں ہے تو تعلق ختم کرنا بہت ضروری ہے۔مگر چند ایک کنفلیکٹس کی خاطر۔۔یہ سراسر بیوقوفی ہے۔رشتے کی خوبصورتی برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپس کی غلط فہمیاں دور کی جائیں۔میں نہیں چاہتا کہ یہ پیارا سا جوڑا اپنی زندگی کا گولڈن ٹائم شکوے شکایتوں میں نکال دے۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ بے ساختہ کہہ اُٹھی۔

"شاید۔" انہوں نے کندھے اُچکائے۔ نتاشہ اپنے باپ کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔ وہ نیکی کر کے بھول جاتے تھے۔ یا شاید یاد ہی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

www.novelsclubb.com